ہمارے تمام کاموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے توکّل پر ہونی چاہئے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ہمارے تمام کاموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے توکّل پر ہونی چاہئے

(فرمودہ یکم مئی ۱۹۳۴ء بر موقع دعوتِ چائے مولوی فرزند علی خاں صاحب مبلّغ انگلستان)

میں قریباً دس دن کی بیماری کے بعد چونکہ آج گھر سے نکلا ہوں اس لئے کُرسی پر بیٹھنا بھی میرے لئے ایک حد تک تکلیف کا موجب ہوا ہے لیکن جس تقریب کیلئے آج ہم بلائے گئے ہیں وہ اس قسم کی ہے کہ اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں خاموش بھی نہیں رہ سکتا۔

سب سے پہلے تو میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا کن وجوہ سے بہرحال واقعات یہ ہیں کہ خان صاحب کے آنے پر جیسا کہ عام دستور چلا آتا ہے' ٹی پارٹیاں ہونی چاہئیے تھیں مگر نہیں ہوئیں۔ اس وجہ سے میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ شاید درد صاحب کے جانے پر جو خطبات میں نے پڑھے' ان کی وجہ سے بعض لوگوں میں ایک قسم کا خوف پیدا ہو گیا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم اس میں حصہ لیں تو شاید پرانے سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جو اِن کیلئے مُضِرّ ہو۔ گو میں سمجھتا ہوں' میرا یہ خیال درست نہیں تھا کیونکہ آج ہی مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض اور دوست بھی خاں صاحب کو دعوت دینا چاہتے ہیں مگر چونکہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو چکا تھا' اس لئے جب مجھے اس ٹی پارٹی کی خبر پہنچی تو خاص طور پر خوشی ہوئی لیکن ساتھ ہی ایک چیز تھی جس نے میرے دل پر بُرا اثر پیدا کیا اور وہ یہ کہ یہ دعوت جن لوگوں کی طرف سے تھی کیوں انہوں نے اس کا حلقہ اس حد تک محدود رکھا جس حد تک یہ محدود رکھا گیا ہے۔

میں اس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں نہ صرف عقلاً بلکہ فطرتاً بھی کہ اسلام کی موجودگی

میں اور اسلامی طریقِ عمل کے ہوتے ہوئے ہمارے سوشل اور تمدنی تعلقات میں افسر اور ماتحت کا کوئی امتیاز ہے۔ میری طبیعت نظام کے بارے میں جتنی سخت ہے' اسے سب لوگ جانتے ہیں۔ اطاعت ایک امیر کی یا اطاعت ایسے مأمور کی جس کے لئے اطاعت کا مقام مقرر کیا گیا ہو' ایسی چیز ہے جسے مَیں اسلام کی ترقی اور سلسلہ کی بہبودی کیلئے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں مگر باوجود اس کے کہ اطاعت کے معاملہ میں مَیں ایسا شدید ہوں کہ بعض لوگوں کو مجھ سے شکایت بھی پیدا ہوئی ہوگی اور ہونی چاہئے اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ اس معاملہ میں مَیں نہایت ہی سخت گیر واقع ہوا ہوں اب تک بھی مَیں اس امر پر قائم ہوں کہ اگر پھر کبھی مجھے نظامِ سلسلہ کے متعلق کسی امر کا فیصلہ کرنا پڑے تو میں اپنے پچھلے طریقِ عمل کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ میں اسلام کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے آج بھی نظامِ سلسلہ کی پابندی اسی طرح ضروری سمجھتا ہوں جس طرح آج سے پہلے ضروری خیال کرتا تھا اور اگر آج یا کل یا پرسوں یا آج سے دس سال کے بعد بھی مجھے ضرورت پیش آئے تو اطاعت کے معاملہ میں نہ صرف یہ کہ آگے سے کم سختی نہ کروں بلکہ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ تربیت پر ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے اور اب تک مکمل اصلاح ہو جانی چاہئے تھی' شاید پہلے سے بھی زیادہ سختی کروں لیکن باوجود اس کے میں خیال نہیں کرتا کہ تمدنی معاملات میں ہمارے درمیان کوئی امتیاز ہے۔ جب تک کوئی کام ایک نظام کے ماتحت ہوتا ہے' ایک آمر اور ایک مامور ہوتا ہے اس وقت تک امتیاز قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے مگر جونہی سوشل تعلقات کا وقت آجاتا ہے یہ تمام امتیازات ختم ہو جاتے ہیں اور اس وقت یہ اصل ہمارے درمیان قائم ہو جاتا ہے کہ اسلام کسی امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا سوائے اس امتیاز کے جو ادب کا امتیاز ہے۔ یا سوائے اس امتیاز کے جو محبت کا امتیاز ہے۔ یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جو کسی قانون کے ماتحت نہیں آتیں۔ کوئی قانون دنیا میں ادب کے امتیاز کی حد بندی نہیں کرسکتا اور کوئی قانون دنیا میں محبت کے امتیاز کی حد بندی نہیں کرسکتا اس لئے کہ قانون محدود الفاظ میں ہوتا ہے لیکن ادب اور محبت نہایت وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ بچپن میں ہم ایک کہانی پڑھا کرتے تھے کہ کوئی شخص تھا جو نہایت سخت گیر تھا اور ہمیشہ اپنے نوکروں سے ایسے کاموں کا تقاضا کرتا جو ان کے فرائض میں شامل نہ ہوتے اور جب وہ انہیں سرانجام نہ دے سکتے تو نکال دیتا۔ آخر اپنے جیسا ہی اسے ایک نوکر مل گیا۔ اس نے آتے ہی کہا حضور میں آپ کی ہر خدمت کرنے کیلئے تیار ہوں مگر پہلے مجھے کاغذ پر لکھ دیں کہ میرے کیا کیا فرائض ہیں۔ آقا کے ذہن میں جس قدر باتیں آسکتی

تھیں وہ تمام اس نے کاغذ پر لکھ دیں اور سمجھ لیا کہ اب میں نے خوب اسے جکڑ لیا ہے اور اسے میرا ہر کام کرنا پڑے گا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا نوکر ساتھ تھا کہ گھوڑا بِدک کر بھاگا آقا گر پڑا اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ اس نے شور مچایا اور نوکر سے کہا کہ مجھے بچاؤ مگر نوکر نے کاغذ نکال کر کہا سرکار دیکھ لیجئے اس میں یہ کام نہیں لکھا۔ تو ادب اور بنی نوع انسان کی محبت نہایت وسیع مضامین ہیں اتنے وسیع کہ خدا کی کتاب نے بھی انہیں تفصیل سے بیان نہیں کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کو ان باتوں کا علم نہیں۔ علم ہے لیکن اگر وہ بیان کرتا تو اتنی ضخیم کتاب ہو جاتی کہ قیامت تک پڑھنے کے باوجود انسان اسے مکمل طور پر نہ پڑھ سکتا۔ پس میں اس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ وہ سوشل تعلقات جو افراد میں پائے جاتے ہیں اور جن کو اسلام نے قائم کیا ہے' ان کے بارے میں ہم میں کسی قسم کا امتیاز ہو اور اگر ہے تو یقیناً اس امتیاز کو قائم نہیں رہنا چاہئے۔ میں نہیں جانتا یہ دعوت جو تھی کیوں اور کن حالات کے ماتحت کلرکوں تک ہی محدود رہی اگر کلرکوں کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس موقع پر خان صاحب کو ٹی پارٹی دینی چاہئے تو کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے اپنے افسروں کو اس میں شامل نہ کیا۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں انہیں قصور وار سمجھتا ہوں میں ان پر الزام نہیں رکھتا صرف اپنی حیرت کا اظہار کرتا ہوں کہ کیا اس کا موجب یہ خیال ہوا کہ انہوں نے سمجھا اگر ہم یہ سوال اٹھائیں گے تو ممکن ہے جو افسر سمجھے جاتے ہیں کہیں کہ ہم اس میں کیوں حصہ لیں۔ یا یہ کہ انہیں اس امر کا خیال ہی نہیں آیا کہ افسروں کو بھی شریک کیا جائے۔ اگر انہیں خیال نہیں آیا تب بھی قابلِ افسوس بات ہے کیونکہ اس کی بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے اور اگر امتیاز سمجھا گیا' تب تو قابلِ افسوس بات ہے ہی۔ ذاتی طور پر مَیں ہمیشہ حیران رہا ہوں کہ خلافت کو چھوڑ کر دو محکمے ایسے ہیں جنہیں ایسے موقع پر جب کوئی مبلّغ باہر سے آئے اور وہ ایسا مبلّغ ہو جس کی خدمات اسلام کی ترقی کیلئے ہوں اور اس کا اعزاز جماعت پر واجب ہو، اس کی دعوت میں حصہ لینا چاہئے مگر دونوں محکموں نے آج تک اس میں حصہ نہیں لیا اور مجھے ہمیشہ حیرت رہی ہے کہ جن دو محکموں کا یہ فرض ہے کہ وہ باہر سے آنے والے مبلّغین کا اعزاز کریں' وہی دو محکمے ہمیشہ لاپرواہ رہتے ہیں اور انہوں نے کبھی بحیثیت محکمہ اس میں حصہ نہیں لیا۔

جب کوئی مبلّغ باہر جاتا یا تبلیغ کے بعد قادیان واپس آتا ہے تو میں دیکھتا ہوں' تعلیم الاسلام ہائی سکول' مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ اس کے اعزاز میں حصہ لیتے ہیں۔ بعض ذاتی دوست

ہوتے ہیں وہ اپنے طور پر دعوت کر دیتے ہیں حالانکہ جو مبلّغ باہر جاتا یا باہر سے قادیان آتا ہے' اس کا خلافت کے بعد پہلا تعلق ناظر دعوت و تبلیغ سے ہوتا ہے اور اس کا دوسرا تعلق قادیان کی مقامی جماعت سے ہوتا ہے لیکن اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو جب سے کہ یہ سلسلہ تبلیغ شروع ہوا ہے میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ کبھی ناظر دعوت و تبلیغ یا لوکل انجمن کی طرف سے آنے والے مبلّغین کو دعوت نہ سہی' اعزازی پارٹی ہی دی گئی ہو۔ مجھے جب بھی یہ خیال آیا کرتا ہے میں سمجھتا ہوں ان کی مثال ویسی ہی ہے جیسے کسی شخص کے گھر مہمان آئے اور وہ باہر نکل کر اعلان کرنا شروع کر دے کہ بھائیو! میرے ہاں مہمان آیا ہے اپنے اپنے گھر کھانا تیار رکھنا اور اتنا کہہ کر وہ سمجھ لے کہ اس کا فرض ادا ہو گیا۔ ذاتی طور پر میں ہمیشہ آنے والے مبلّغین کے اعزاز میں حصہ لیتا ہوں۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ اگر بعض دفعہ نہ ہو سکا ہو تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ جب بھی کوئی مبلّغ آتا ہے میں ہمیشہ اس کی دعوت کرتا ہوں تا کہ جماعت میں یہ احساس رہے کہ ہم ان لوگوں کے کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ غرض میرا نمونہ ان لوگوں کیلئے موجود تھا اور نچلے لوگوں کا نمونہ بھی موجود تھا یعنی طالب علموں کا کیونکہ وہ نچلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی نگاہیں راہ نمائی حاصل کرنے کیلئے ہماری طرف اٹھا کرتی ہیں مگر باوجود اس کے کہ اوپر سے انہوں نے مجھے اعزاز کرتے دیکھا اور نیچے سے طالب علموں کو' قادیان کی لوکل انجمن احمدیہ اور نظارت دعوت و تبلیغ نے کبھی مبلّغین کی آمد پر اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنا فرض صرف یہی خیال کرتے ہیں کہ دوسروں کی پارٹی میں حصہ لیا اور چلے گئے حالانکہ میں سمجھتا ہوں سب سے پہلا حق ناظر دعوت و تبلیغ کا ہے کہ وہ ذاتی طور پر نہیں بلکہ نظارت کا نمائندہ ہو کر مبلّغ کا خیر مقدم کرے۔ دنیا کی حکومتوں میں بھی جب کوئی شخص نمایاں کام کر کے آتا ہے تو فارن سیکرٹری اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت اس کی خدمات کو تسلیم کرتی اور قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اگر اسی دعوت میں تحریک کر دی جاتی اور کسی کو خیال آ جاتا کہ ناظروں کو بھی کہہ دینا چاہئے کہ وہ اس میں شریک ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں اس پُرانی کوتاہی کے ازالہ کی صورت نکل آتی۔ مگر کسی وجہ سے نہ محرروں کو یہ خیال آیا اور نہ ہی ناظروں کو۔

میں اس بات کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ سوشل تعلقات میں امتیاز نہیں ہوتا۔ محرر یا ناظر ہونا، چھوٹا یا بڑا ہونا محض انتظامی امور کیلئے ہے ورنہ اسلام تو آیا ہی اسی لئے ہے کہ تا وہ تمام بنی نوع انسان میں محبت اور اخوت کے تعلقات قائم کرے۔ وہ جہاں اس قدر شدید اطاعت قائم

کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا مہربان بھی فرماتا ہے مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ[1] یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہؓ کے طریق میں سوشل معاملات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا اور اگر ہم اپنی زندگیوں میں ان امتیازات کو مٹا نہ سکیں سوائے ادب اور محبت کے امتیازات کے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اس ملوکیت کو قائم کرنا چاہتے ہیں جس کے مٹانے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں اگر محرروں کے دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ ناظروں کو اس میں شامل کرتے تو خود ناظروں کو یہ احساس ہونا چاہئے تھا کہ وہ رشک سے محرروں سے کہتے کہ ہمیں کیوں اس میں شامل نہیں کیا گیا ہمیں بھی حصہ دار بناؤ اور شامل کرو اور اگر محرروں کے دل میں یہ شبہ تھا کہ وہ ناظر ہیں اور ہم محرر ممکن ہے وہ اس میں شریک ہونا پسند نہ کریں تو ناظروں کا فرض تھا کہ وہ خود اس شُبہ کو دور کرتے اور اس طرح ایک وقت میں دونوں اعزاز میں حصہ لیتے۔

اس کے بعد میں کچھ اس کام کے متعلق کہنا چاہتا ہوں جس کیلئے خان صاحب ولایت گئے تھے۔ جس وقت درد صاحب کی انگلستان سے واپسی کا وقت آیا اور میں نے دوستوں سے اس بارہ میں مشورہ لیا کہ ان کی جگہ خاں صاحب کو ولایت بھیجا جائے تو کئی دوستوں کے دل میں یہ شُبہ پیدا ہوا کہ چونکہ خاں صاحب نے یہ کام اس رنگ میں پہلے نہیں کیا اگرچہ وہ پنجاب میں بعض جماعتوں کے امیر رہے ہیں مگر چونکہ یہ جدید نوعیت کا کام ہے اس لئے ممکن ہے وہ اسے بخوبی سرانجام نہ دے سکیں لیکن اس وقت میرے دل میں جو چیز تھی، وہ یہ تھی کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ظاہری قابلیت کے ساتھ دل میں اخلاص اور خشیت ہو اور میں سمجھتا تھا اگر ایسا ہوگا تو گو ظاہری حالات کیسے ہی ہوں، اللہ تعالیٰ اخلاص کو قبول کر کے اس کمی کو پورا کر دے گا۔ اس میں شُبہ نہیں کام کی نوعیت کے لحاظ سے جس قسم کے تجربہ کی ضرورت تھی، وہ خاں صاحب کو حاصل نہیں تھا اور ظاہری حالات کے لحاظ سے دوستوں کا مشورہ وزنی تھا مگر یہ اسی صورت میں قابلِ قبول ہوسکتا تھا جب ہم یہ خیال کریں کہ ہمارا سلسلہ بھی دوسری قسم کی تنظیموں میں سے ایک تنظیم ہے لیکن جب کہ یہ صحیح نہیں اور جب کہ ہمارا سلسلہ خدائی سلسلہ ہے اور خدائی تائید و نصرت ہمارے شامل حال ہے تو اس قسم کا خیال بھی صحیح نہیں ہوسکتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں

کہ جب کوئی مومن خدا تعالیٰ کے دروازہ پر گر جائے تو خواہ وہ نہایت ہی کمزور ہو' اس کا تجربہ محدود اور اس کا علم معمولی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کامل طور پر گر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ایسی راہ نمائی حاصل ہوتی ہے کہ وہ کام میں کامیاب ہو کر نکلتا ہے اور مشکلات اس کے راستہ سے دور ہو جاتی ہیں۔

مجھے یاد ہے جس وقت میری خلافت کا زمانہ شروع ہوا تو ابھی پانچ سات ہی دن ہوئے تھے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یہیں تھے جب وہ لاہور جانے لگے تو ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم کی روایت تھی کہ انہوں نے آہ بھرتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر اور مدرسہ ہائی کی طرف اشارہ کر کے کہا ہم تو جاتے ہیں لیکن یہ عمارتیں جو سلسلہ احمدیہ کیلئے قائم کی گئیں' ایسے نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہیں کہ اب یہ سکول ٹوٹ جائے گا اور عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس میں شُبہ نہیں ظاہری حالات کے ماتحت یہ خیال صحیح سمجھا جا سکتا تھا۔ میری تعلیمی حالت نہایت معمولی تھی' سُستی کہو یا صحت کی کمزوری خیال کر لو، میں سکول میں کبھی اچھے نمبروں پر کامیاب نہیں ہوا تھا، دینی تعلیم ایسی تھی کہ میرے گلے اور آنکھوں کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کتاب خود پڑھا کرتے تھے آپ خود کمزور اور بوڑھے تھے مگر میری صحت کو اس قدر کمزور خیال فرمایا کرتے تھے کہ بخاری اور مثنوی رومی خود پڑھتے اور میں سنتا جاتا، عربی ادب کی کتابیں بھی خود ہی پڑھتے اور جب میں پڑھنا چاہتا تو فرمایا کرتے میاں تمہارے گلے کو تکلیف ہوگی۔ مجھے یاد ہے بخاری کے ابتدائی چار پانچ سپارے تو ترجمہ سے پڑھائے مگر بعد میں آدھ آدھ پارہ روزانہ بغیر ترجمہ کے پڑھ جاتے۔ صرف کہیں کہیں ترجمہ کر دیتے اور اگر میں پوچھتا تو فرماتے جانے دو۔ خدا خود ہی سمجھا دے گا۔ میری تعلیمی حالت اور صحت کی کیفیت تو یہ تھی۔ پھر سلسلہ کے انتظام کے لحاظ سے ہمارا انظام میں کوئی دخل نہ تھا۔ شروع سے آخر تک پورے طور پر وہی لوگ حاوی سمجھے جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ سارے کارکن چلے جائیں گے تو کام خود بخود بند ہو جائے گا۔ مالی حالت ایسی تھی کہ جس دن وہ گئے ہیں اس دن خزانہ میں غالباً دس آنہ کی رقم تھی اور پھر انجمن پر قرض بھی تھا۔ ایسے حالات میں انہیں یقین تھا کہ سلسلہ ٹوٹ جائے گا اور عیسائی ہماری درسگاہوں پر قبضہ کر لیں گے۔

پس میں سمجھتا ہوں وہ کہنے والا ایک حد تک معذور تھا لیکن ان ظاہری سامانوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی تھی اور وہ ایک بالا ہستی تھی۔ وہ ایک ایسی ہستی تھی جو اندر بھی ہے اور باہر بھی'

اوّل بھی ہے اور آخر بھی هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ[۲] جس وقت ظاہری حالات یہ کہہ رہے تھے کہ یہ سلسلہ چند دنوں تک ٹوٹ جائے گا اس وقت اس ہستی نے مجھے کہا ''خدائی کاموں کو کون روک سکتا ہے'' اور اُس وقت جب تفرقہ کی ابتدا تھی اور خود ان کی طرف سے یہ کہا جا رہا تھا کہ جماعت کا اٹھانوے فیصدی حصہ ہماری طرف ہے پہلے ہفتہ کے اندر اندر ہی خدا تعالیٰ نے مجھے الہاماً بتایا کہ لَیُمَزِّقَنَّهُمْ ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم ہے کہ ہم انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے ابھی چند دن ہوئے غیر مبائعین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا مجھے اشتہار ملا۔ وہ لکھتا ہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ہمارے عقائد درست ہیں لیکن میرا نام لکھ کر کہتا ہے۔ ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کا الہام لَیُمَزِّقَنَّهُمْ ہمارے متعلق پورا ہو چکا۔

غرض میرا یہ تجربہ ہے کہ جب خدا کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو وہ کام ہو کر رہتا ہے اور انسانی عقل ناکام ہو کر رہ جاتی ہے اسی تجربہ کے ماتحت میں نے خان صاحب کو انگلستان روانہ کیا۔ خاں صاحب سے میری پہلی ملاقات ان کے احمدیت میں داخل ہونے سے بھی پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت مَیں فیروز پور کسی لیکچر کیلئے گیا اور ان سے واقفیت ہوئی۔ پھر حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں انہوں نے قرآن مجید کا کچھ حصہ مجھ سے سبقاً بھی پڑھا۔ تو چونکہ میرے تعلقات ان سے قدیم سے تھے اس لئے میں ان پر حُسنِ ظنّی رکھتا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اگر ظاہری تجربہ میں کوئی کمی بھی ہوئی تو یہ دعائیں کر کے اس کمی کو پورا کر لیں گے۔ اس کے بعد جب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ولایت گئے تو ان کی رپورٹ جو لنڈن مشن کے متعلق تھی' وہ نہایت ہی خوشکن تھی۔ انہوں نے لکھا کہ اب کچھ اس قسم کی ترقی خدا کے فضل سے ہو چکی ہے کہ یوں کہنا چاہئے گویا پہلا نظام ہی بدل گیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے ماتحت کہ جو بھی اس کے سامنے گر جائے وہ خاص طور پر اس کی نصرت فرماتا ہے خدا تعالیٰ نے خاں صاحب کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میں سمجھتا ہوں اگر یہی روح ان میں قائم رہی تو خدا تعالیٰ انہیں اور بھی خدمتِ دین کے مواقع عطا فرمائے گا۔

میری غرض اس تمام بیان سے یہ ہے کہ اصل چیز جس پر ہمارے تمام کاموں کی بنیاد ہونی چاہئے وہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ علم کے لحاظ سے ہمارے بڑے سے بڑے عالم بھی دنیا کے دوسرے عالموں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور درحقیقت اگر ہم یہ نہ کہیں تو ایک

حقیقت کا انکار ہوگا کہ اگر ہماری جماعت کے سائنسدانوں کو لیا جائے تو وہ باقی دنیا کے سائنسدانوں کے مقابلہ میں بچوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں' اگر دنیاوی علوم کو لیا جائے تو اس لحاظ سے بھی ہمارے علماء کی کوئی حیثیت نہیں' دنیا میں ایسے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی ساری عمریں محض چند مسائل کی تحقیق میں صرف کر دیں اور ان کا مقابلہ ہماری جماعت کے علماء ہی کیا ساری دنیا بھی نہیں کر سکتی' پھر اسی زمانہ میں مسلمانوں میں ایسے ایسے عالم ہیں جنہوں نے فقہ' تاریخ اور حدیث کے متعلق ایسی کتابیں لکھی ہیں جو پچھلی کئی مستند کتابوں سے فوقیت لے گئی ہیں۔ پس اگر ظاہری علوم کو مدنظر رکھا جائے تو ہمارا سائنسدان دوسرے سائنسدان کے مقابلہ میں' ہمارا ڈاکٹر دوسرے ڈاکٹر کے مقابلہ میں' ہمارا انجینئر دوسرے انجینئر کے مقابلہ میں' ہمارا مشنری دوسرے مشنری کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر عیسائی مشنریوں کو دیکھا جائے تو ہمیں ان میں ایسے عالم نظر آتے ہیں کہ وہ ظاہری علوم میں اس قدر ترقی کر چکے ہیں کہ ہمارے مبلّغوں کی ان کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں مگر باوجود اس کے ایک موقع بھی آج تک ایسا نہیں آیا کہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے عالم سے ہمیں شکست اُٹھانی پڑی ہو۔ جب وہ ہمارے مقابل پر آتے ہیں تو اس قدر مرعوب ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبانیں خشک ہو جاتی ہیں اور ان کی ڈینگیں اور بڑیں کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔

میں جب ولایت گیا تو پروفیسر مارگولیتھ کے متعلق مجھ سے بعض انگریز اور ہندوستانی طالب علموں نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے میں جب قادیان گیا اور عربی میں گفتگو کرنی چاہی تو کوئی مجھ سے عربی زبان میں گفتگو نہ کر سکا۔ پروفیسر مارگولیتھ اس سے پہلے قادیان آ چکا تھا میں نے جب یہ باتیں سنیں تو انہیں کوئی وقعت نہ دی مگر وہ ہندوستانی طالب علم اصرار کرنے لگے کہ اب آپ ولایت آئے ہوئے ہیں یہ ایک نیکی کا کام ہے اور اسلام کی فتح ہوگی اگر اس کے دعویٰ کو باطل کیا جائے اس کے ساتھ عربی میں گفتگو کریں۔ بعض انگریز تماش بین تھے وہ بھی اصرار کرنے لگے آخر مَیں نے ایک مجلس منعقد کی اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے کہا کہ چائے کی پارٹی پر پروفیسر مارگولیتھ کو بھی بلانے کا ارادہ ہے اس سے آج عربی میں گفتگو کریں گے۔ آخر وہ آیا اور اس سے گفتگو شروع کی گئی مگر ابھی دو چار ہی باتیں ہوئی تھیں کہ اس طرح اس کے حواس اُڑے کہ تمام لوگ حیران رہ گئے۔ اس کا منہ خشک ہو گیا اور کہنے لگا آپ لوگ عالم ہیں میں آپ سے عربی میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ اِردگرد جو لوگ کھڑے تھے وہ اس کی باتوں پر ہنسنے لگے اور انہوں نے تمسخر

کرنا بھی شروع کیا مگر وہ بولا تک نہیں اس کا رنگ بالکل فَق ہو گیا زبان خشک ہو گئی اور اصرار کے باوجود باتیں کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ مستشرقین میں چوٹی کا آدمی سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مجلس میں دو بڑے بڑے آدمی جو زبردست مصنف اور عربی علوم کے ماہر سمجھے جاتے ہیں اور انگریزوں کے زبردست اورنٹیلسٹ ہیں موجود تھے۔ ہمارے سامنے ان سے کسی شخص نے ایک سوال کیا مگر ان دونوں نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا ان کی موجودگی میں ہم کیا جواب دے سکتے ہیں حالانکہ وہ اتنا معمولی سوال تھا کہ ہمارا ایک طالبعلم بھی اس کا جواب بآسانی دے سکتا ہے مگر حق کا رعب ایسا پڑا کہ وہ ہمارے سامنے بول نہ سکے۔ اسی طرح اور مقامات پر بھی میں نے دیکھا ہے کہ الٰہی نصرت ایسے طریق پر مومن کے شامل حال ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ ظاہری علوم میں پیچھے ہوتا ہے لوگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر یہ نصرت خشیتِ الٰہی کے نتیجہ میں آیا کرتی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اصل بات یہ ہے کہ خشیت اللہ اگر انسان کو حاصل ہو جائے تو نصرتِ الٰہی بھی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور پھر کوئی میدان ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ دشمن سے گھبرا سکے بلکہ ہر میدان میں فتح حاصل ہوتی ہے اور کیوں فتح نہ ہو جب کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔[۳] یعنی خدا تعالیٰ نے یہ فرض قرار دے دیا ہے کہ میں اور میرے رسول دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے اس جگہ رُسُــــل سے صرف رسول ہی مراد نہیں بلکہ رسولوں کے متّبع بھی اس میں شامل ہیں۔ پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ جس گروہ کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے غلبہ مقدر ہو وہ بجائے غالب ہونے کے مغلوب ہو جائے لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر ایمان ہو۔ ظاہری لحاظ سے دوسرے لوگ ہم سے بہت آگے ہیں اور قوم کی خاطر قربانی کرنے والے بہت پائے جاتے ہیں۔ ہمارے دفاتر اور مدارس میں جو کام ہوتا ہے اگر ہم دیکھیں تو باہر کے لوگ زیادہ وقت دفتروں میں دیتے اور زیادہ محنت اور دلچسپی کے ساتھ تعلیم وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں۔ پس ہمارے اخلاص اور تعلق باللہ کا نشان اگر ظاہری کام ہو تو یقیناً ہم دنیا کے سامنے اپنے کاموں میں شرمندہ ہو جائیں۔ جو چیز ہمیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لوگ قوم، ذات یا ملک کیلئے یا مقرر کردہ آئیڈلز اور مقاصد کیلئے کام کرتے ہیں مگر ہم محض اللہ تعالیٰ کی

رضا کیلئے کرتے ہیں یہ وہ امتیاز ہے جو ہم میں اور دوسروں میں ہے اور یہی وہ امتیاز ہے جس کی وجہ سے ہمارا تھوڑا کام بھی دوسروں سے زیادہ بہتر نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے کفار سے جنگ کر رہا تھا۔ صحابہ کہتے ہیں وہ اس قدر سرگرمی سے جنگ میں مصروف تھا کہ ہمیں رشک آتا تھا اتنے میں ایک صحابی نے دوسرے سے کہا دیکھو یہ کیسا جنتی آدمی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بھی یہ آواز پہنچ گئی آپ نے فرمایا اگر کسی نے دنیا کے پردے پر دوزخی چلتا پھرتا دیکھنا ہو تو وہ اس لڑنے والے کو دیکھ لے۔ چونکہ مسلمانوں کی ظاہری طور پر وہ بہت حمایت کر رہا تھا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے صحابہؓ کے دلوں میں تزلزل پیدا ہوا اور انہوں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اسلام کے لئے اتنی قربانی کرے اور پھر بھی وہ دوزخ میں جائے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں جب لوگوں کے دلوں میں مَیں نے یہ وسوسہ پیدا ہوتے دیکھا تو میں نے کہا خدا کی قسم! میں اس شخص کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لوں۔ وہ صحابی کہتے ہیں میں اس کے پیچھے پیچھے رہا یہاں تک کہ وہ اس جنگ میں شدید زخمی ہوا۔ آخری وقت سمجھ کر لوگ اس کے پاس آتے اور کہتے۔ تمہیں جنت کی بشارت ہو مگر وہ کہتا مجھے جنت کی کیوں خبر دیتے ہو دوزخ کی خبر دو کیونکہ میں نے آج اسلام کیلئے جنگ نہیں کی بلکہ ان کفار سے مجھے کوئی پرانا بُغض تھا اس کا بدلہ لینے کیلئے میں ان سے لڑا۔ پھر اس کی حالت جب زیادہ خراب ہو گئی تو اس نے برچھی زمین پر گاڑی اور اس پر گر کر خودکشی کر لی۔ وہ صحابی کہتے ہیں میں آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے تھے میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا ہوا؟ اس صحابی نے تمام داستان سنائی تب آپ نے بھی فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس کا رسول ہوں۔ تو ظاہری قربانیاں اگر دیکھی جائیں تو دنیا میں ہم سے زیادہ قربانیاں کرنے والے موجود ہیں گو بحیثیت قوم ہمیں امتیاز حاصل ہے مگر افراد کے لحاظ سے زیادہ قربانیاں کرنے والے مل سکتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ان کی تمام قربانیاں قوم یا ملک کے لئے ہوتی ہیں یا اس مذہب کے لئے ہوتی ہیں جسے وہ قوم کی طرح سمجھتے ہیں مگر ہم میں سے ہر شخص کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس کام کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اور جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال انسانی نیت پر موقوف ہوتے ہیں۔ چونکہ ہمارے کاموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہے اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا

اور اس کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں میں للّٰہیت پائی جانی چاہیئے۔قربانی چھوٹی ہو یا بڑی اگر للّٰہیت ہوگی تو چھوٹی قربانی بھی بڑی ہو جائے گی اور اگر للّٰہیت نہ ہوگی تو بڑی قربانی بھی کوئی نتیجہ پیدا نہ کر سکے گی۔ پس اصل چیز جو برکت کا موجب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری تمام قربانیاں محض خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوں۔ اگر ہم یہ مقصد لے کر کھڑے ہو جائیں تو دنیا سے تمام لڑائیاں اور جھگڑے فتنے اور فساد دور ہو جائیں اور بہت سی خلشیں جو امن سے محروم کر دیتی ہیں ناپید ہو جائیں کیونکہ جب کوئی شخص خدا کیلئے کام کرتا ہے اسی وقت اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ بندوں کی تعریف کا مشتاق نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی کرے تو شرمندہ ہو جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ جس کی خاطر میں نے کام کیا تھا' اگر وہ خاموش ہے تو ان لوگوں کی تعریف سے مجھے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کارکنوں کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ وہ افسر اور ماتحت ناظر اور محرر کے امتیاز کو تمدنی معاملات میں نہ لے جائیں اور سمجھ لیں کہ ہم سب کا اصل مقصد یہ ہے کہ متحدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔ اس کے بعد میں دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کی خدمت کو قبول فرمائے جنہوں نے یہ دعوت کی اور انہیں نیک اجر دے کیونکہ انہوں نے اپنے ایک بھائی کی آمد پر خوشی منائی۔ اس طرح میں خاں صاحب کیلئے دعا کرتا ہوں کہ جو خدمات وہ بجالائے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے بدلہ میں انکے دل میں اور زیادہ نیکی اور تقویٰ پیدا کرے کہ مومن کا یہی اجر ہے۔ مومن کا وہ اجر نہیں جو اسے دنیا سے ملے بلکہ اصل اجر وہ ہے جو اسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اس طرح دوسرے مبلّغ جو میدان میں ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرتے ہوئے سلسلہ اور اسلام کی خدمات کی پہلے سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل ۹ مئی ۱۹۳۳ء)

---

[۱] بخاری کتاب الاحکام باب قول اللّٰہ تعالیٰ اَطِیْعُوا اللّٰہ و اَطِیْعُوا الرسُوْلَ

[۲] الحدید : ۴ [۳] المجادلۃ:۲۲